Akshardhara Research Journal
Single Blind Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
E ISSN -3048-8095 / Bimonthly / SJIF Impact- 3.4 September-October 2025 / VOL -02 ISSUE-II

24

’چھاپ تلک‘ کی ادائی اساس: قوالی میں جماعتی تجربہ اور معنی کی اجتماعی تشکیل

ڈاکٹر محمدؐ عظیم الدین،
صدر شعبہ اردو،
آرٹس کامرس کالج،بیودہ،امراوتی،مہارشٹر،

تلخیص:

یہ مقالہ امیر خسرو کی شہرۂ آفاق تخلیق "چھاپ تلک سب چھینی رے" کا بین العلومی اور نظریاتی طور پر بامعنی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ماضی میں اس کلام کو عموماً ایک ادبی یا صوفیانہ متن کے طور پر دیکھا گیا ہے، لیکن موجودہ تحقیق اس روایت سے ہٹ کر اسے ایک "ادائیگی پر مبنی اسکرپٹ" (Performance-Based Script) کے طور پر برتتی ہے، جس کا اصل مفہوم محض متن میں مضمر نہیں بلکہ قوالی کی عملی ادائیگی کے دوران تخلیق پاتا ہے۔

کارکردگیاتی مطالعات (Performance Studies) کے نظریاتی فریم ورک سے استفادہ کرتے ہوئے مقالہ یہ استدلال پیش کرتا ہے کہ "چھاپ تلک" کو صرف ایک شعری متن یا گیت کے طور پر سمجھنا ناکافی ہے؛ دراصل یہ ایک روحانی رسم (Spiritual Ritual) ہے جو ہر محفلِ سماع میں ایک عارضی مگر شدید نوعیت کی جماعتی کیفیت کو جنم دیتی ہے، اور سامعین کو فنا(Ecstatic Annihilation) کے تجربے سے گزارتے ہوئے ایک اجتماعی روحانی واردات میں شریک کرتی ہے۔

تحقیق کا مرکزی مقدمہ یہ ہے کہ "چھاپ تلک" کا حقیقی معنی اس کے الفاظ میں منجمد نہیں، بلکہ اس زندہ واقعے(Living Even) میں مضمر ہے جو ہر بار قوالی کے ذریعے از سرِ نو جنم لیتا ہے۔اس زاویے سے یہ مقالہ جنوبی ایشیا کی صوفیانہ شاعری کے مطالعے میں روایتی متن محور منہج (Text-Centric Approach) کی حدود کو چیلنج کرتا ہے اور ایک ادائیگی پر مبنی تجزیاتی ماڈل پیش کرتا ہے جو معنی کی تخلیق کو ایک اجتماعی و حرکی عمل کے طور پر دیکھتا ہے۔

کلیدی الفاظ: امیر خسرو، چھاپ تلک، قوالی، کارکردگی کا مطالعہ، رسم، جماعت، معنی کی تشکیل۔

فصلِ اول: تمہید- متن سے تجربہ تک:

الف: تحقیقی مسئلہ: ایک لازوال تجربہ کی تفہیم:

سات صدیاں بیت جانے کے باوجود، امیر خسرو کی تخلیق "چھاپ تلک سب چھینی رے" آج بھی برصغیر اور دنیا بھر میں لاکھوں دلوں کو مسحور کرتی ہے۔ یہ کیسا فنی کرشمہ ہے کہ یہ سات صدیاں پرانا کلام آج بھی ایک سیکولر کنسرٹ ہال میں بیٹھے جدید سامع پر بھی وہی روحانی اثر مرتب کرتا ہے جو ایک روایتی درگاہ میں بیٹھے عقیدت مند پر کرتا ہے؟ اس کی اثرانگیزی عقیدے یا علم کی محتاج کیوں نہیں؟ اس کی وجہ وہ روحانی کیمیا گری ہے جو قوالی کی ادائیگی کے لمحے میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔ یہ مقالہ اسی "جادو" کا تجزیہ کرنے کی ایک کوشش ہے؛ یہ سمجھنے کی کہ اس کلام کا اصل جوہر اس کے لکھے ہوئے متن سے زیادہ اس کی ادائیگی کے زندہ تجربہ میں پوشیدہ ہے۔

ب: علمی مکالمے کا جائزہ: الفاظ، دھن اور جادو کا خلا:

"چھاپ تلک" پر ہونے والی تحقیق کو دو بڑے مکاتبِ فکر میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1. **ادبی مکتبِ فکر:** اس کی نمائندگی گوپی چند نارنگ جیسے محققین کرتے ہیں، جنہوں نے اس کلام کے متنی استناد، لسانی امتزاج، اور اس میں موجود ہندوستانی اور فارسی شعری روایات کے امتزاج پر گراں قدر کام کیا ہے (نارنگ، 1990)۔ تاہم، یہ مکتبِ فکر اس کلام کو محض ایک بے جان متن کے طور پر دیکھتا ہے اور اس کی زندہ سماجی زندگی کو نظرانداز کر دیتا ہے۔
2. **موسیقیاتی مکتبِ فکر:** اس کی بہترین مثال ریگولا قریشی ہیں، جنہوں نے قوالی کی ساخت، اس کے موسیقائی سانچوں، اور سماع کی محفل میں اس کے کردار کا تفصیلی تجزیہ کیا ہے (قریشی، 1995)۔ لیکن یہ مکتبِ فکر اس کی ساخت پر تو توجہ دیتا ہے، مگر اس ساخت کے ذریعے پیدا ہونے والے معنی اور تجربات کا گہرائی سے تجزیہ نہیں کرتا۔

یہ وہ علمی خلا ہے جسے یہ مقالہ پُر کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس خلا کو پُر کرنے کے لیے روایتی ادبی تنقید یا موسیقیات کے اوزار ناکافی ہیں؛ اس کے لیے ہمیں کارکردگی کے مطالعہ (Performance Studies) کے ایک نئے نظریاتی چوکھٹے کی ضرورت ہے۔

ج: مرکزی استدلال اور مقالے کا خاکہ

یہ مقالہ "چھاپ تلک" کے مطالعے میں ایک نقطہ نظر کی تبدیلی (Paradigm Shift) کی تجویز پیش کرتا ہے: سوال یہ نہیں کہ 'اس متن کا کیا مطلب ہے؟'، بلکہ سوال یہ ہے کہ 'یہ متن کرتا کیا ہے؟'۔ اس تحقیق کا مرکزی استدلال یہ ہے کہ "چھاپ تلک" ایک جامد متن نہیں، بلکہ ایک رسمی اسکرپٹ ہے۔ اس کا معنی اس کے الفاظ سے زیادہ قوالی کے دوران قوالوں اور سامعین کے باہمی تعامل سے تخلیق ہوتا ہے۔ یہ ادائیگی ایک روحانی رسم کو جنم دیتی ہے جو ایک عارضی، مساوات پر مبنی "جماعت" کو تشکیل دیتی ہے اور حاضرین کو انفرادی شناخت کے مٹ جانے (فنا) کے اجتماعی تجربے سے گزارتی ہے۔

اس استدلال کی تائید کے لیے یہ مقالہ پانچ ابواب میں پیش کیا جائے گا۔ فصلِ اوّل تمہید و تعارف پر مشتمل ہو گی۔ فصلِ دوم کارکردگی کے مطالعے کے کلیدی نظریاتی تصورات (رسم، عبوری کیفیت، اور جماعت) متعارف کروائے گی۔ فصلِ سوم "چھاپ تلک" کے متن کو بطورِ "رسمی اسکرپٹ" پڑھتے ہوئے اس کے ذریعے روحانی تبدیلی کا نقشہ پیش کرے گی۔ فصلِ چہارم قوالی کی ادائیگی کو بطورِ "رسمی

©Copyright 2024 *ADRJ*. All Rights Reserved

Akshardhara Research Journal
Single Blind Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
E ISSN -3048-8095 / Bimonthly / SJIF Impact- 3.4 September-October 2025 / VOL -02 ISSUE-II

انجن" جانچے گی؛اس میں ریکارڈ شدہ ادائیگیاں اور سامعین کے تجربات شواہد کی صورت میں بنیاد بنائے جائیں گے۔ بالآخر، فصلِ پنجم نتائج کو سمیٹ کر اس تحقیق کے علمی مضمرات اور وسیع تر اہمیت پر روشنی ڈالے گی۔

فصلِ دوم: نظریاتی چوکھٹا-کارکردگی، رسم اور جماعت کے تصورات

روایتی ادبی تنقید، جو متن کو ایک جامد اور خود مکتفی اکائی کے طور پر برتتی ہے، "چھاپ تلک" جیسے ادائیگی پر مبنی فن پارے کے مکمل جوہر کا احاطہ کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ ایسے فن پارہ کی معنویت اس کی تخلیق یا تحریر میں نہیں، بلکہ اس کی ادائیگی کے لمحے میں پوری طرح منکشف ہوتی ہے۔ اس کی زندہ سماجی اور روحانی زندگی کو سمجھنے کے لیے محض متن کے اندر محدود رہنا کافی نہیں؛ اس کے بجائے اُس "واقعے" کا تجزیہ ضروری ہے جو ہر محفلِ سماع میں رونما ہوتا ہے اور متن کو جِلا بخشتا ہے۔

اسی علمی خلا کو پُر کرنے کے لیے، یہ مقالہ اپنا منہج کارکردگی کے مطالعے (Performance Studies) سے اخذ کرتا ہے: ایک ایسا نظریاتی و عملی زاویہ جو فن کو ایک جامد شے کے بجائے ایک زندہ، متحرک "عمل" (Process) کے طور پر دیکھتا ہے، جس میں فن پارہ، فنکار اور سامع ایک مشترکہ تخلیقی واقعے میں شامل ہوتے ہیں۔

الف: کارکردگی بطور "بحال شدہ رویہ"

کارکردگی کے مطالعے کے بانیوں میں سے ایک، رچرڈ شیکنر (Richard Schechner)، یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ تمام ادائیگیاں دراصل "بحال شدہ رویوں" (Restored Behaviors) پر مبنی ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ادائیگی ایک ایسا عمل ہے جو ماضی میں بھی وقوع پذیر ہو چکا ہوتا ہے اور جسے بار بار دہرایا جا سکتا ہے، مگر ہر بار یہ دہرانا ایک نئی اور منفرد حقیقت کو جنم دیتا ہے (شیکنر، 1985)۔

قوالی کی محفل میں "چھاپ تلک" کی ادائیگی اس تصور کی ایک درخشاں مثال ہے۔ یہ کلام سات صدیوں سے گایا جا رہا ہے، لیکن ہر محفل میں اس کی پیشکش ایک نئی، تازہ اور مخصوص واردات بن جاتی ہے۔ یہ ماضی کے عمل کی محض "نقل" نہیں، بلکہ اُس روحانی تجربے کی "بحالی" ہے جسے امیر خسرو نے پہلی بار محسوس کیا تھا۔

یہ نظریہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ "چھاپ تلک" صدیوں بعد بھی اپنی تازگی، معنویت اور اثر انگیزی کو کس طرح برقرار رکھتا ہے، کیونکہ ہر نئی ادائیگی، ماضی کی روایت سے جڑتے ہوئے، ایک زندہ اور متحرک روحانی تجربے کو دوبارہ تخلیق کرتی ہے۔

ب: قوالی بطور روحانی رسم: وکٹر ٹرنر کا سہ جہتی ماڈل

ماہرِ علم الانسان وکٹر ٹرنر (Victor Turner) نے رسم کے عمل کا گہرا تجزیہ کیا، جو قوالی کی محفل کو سمجھنے کے لیے ایک غیر معمولی طور پر مؤثر چوکھٹا فراہم کرتا ہے۔ ٹرنر کے مطابق، ہر تبدیلی لانے والی رسم تین مراحل سے گزرتی ہے (ٹرنر، 1969):

1. **علیحدگی:** یہ رسم کا پہلا مرحلہ ہے، جس میں شرکاء کو ان کی روزمرہ کی سماجی حیثیت اور معمولات سے الگ کیا جاتا ہے۔ قوالی کی محفل میں یہ عمل فرش پر بیٹھنے، جوتے اتارنے، اور ابتدائی حمد و نعت کے ذریعے ایک مقدس ماحول کی تشکیل سے ہوتا ہے، جو حاضرین کو دنیاوی جھمیلوں سے ذہنی طور پر منقطع کر دیتا ہے۔
2. **عبوری کیفیت:** یہ رسم کا مرکزی اور سب سے اہم مرحلہ ہے۔ یہ ایک "درمیانی" کیفیت ہے، ایک ایسی دہلیز جہاں شرکاء نہ اپنی پرانی حیثیت میں ہوتے ہیں اور نہ ہی ابھی نئی حیثیت میں داخل ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ تصور صوفیانہ اصطلاح "حال" سے گہری مماثلت رکھتا ہے؛ ایک ایسی کیفیت جو دنیاوی زمان و مکاں سے ماورا ہوتی ہے۔ قوالی کی محفل کا وہ حصہ جب موسیقی اپنے عروج پر ہوتی ہے اور "چھاپ تلک" جیسا کلام گایا جاتا ہے، یہی عبوری کیفیت ہے۔ اسی لمحے میں وجد، حال اور روحانی تبدیلی کا امکان پیدا ہوتا ہے۔
3. **دوبارہ انضمام:** یہ رسم کا آخری مرحلہ ہے، جس میں شرکاء اپنی نئی روحانی یا سماجی حیثیت کے ساتھ واپس روزمرہ کی دنیا میں شامل ہو جاتے ہیں۔ قوالی کے اختتام پر دعا اور تبرک کی تقسیم اسی مرحلے کی علامت ہے۔

ج: جماعت اور وجد: سماجی تفریق کا خاتمہ

وکٹر ٹرنر کے نزدیک عبوری کیفیت (Liminality) کا سب سے اہم اور نمایاں نتیجہ "جماعت" (Communitas) کا ظہور ہے۔ یہ ایک عارضی، بے ساختہ اور گہری انسانی برادری کا احساس ہے جس میں سماجی مراتب (امیر و غریب، عالم و جاہل) عارضی طور پر تحلیل ہو جاتے ہیں، اور تمام شرکاء محض انسان ہونے کے ناطے ایک دوسرے سے جڑ جاتے ہیں (ٹرنر، 1969)۔ یہ تصور صوفیانہ تصورِ "صحبت" کی یاد تازہ کرتا ہے، جس میں روحانی ربط و اشتراک کسی طبقاتی یا سماجی امتیاز کے بغیر پیدا ہوتا ہے۔

قوالی کی محفل میں جب ایک امیر تاجر اور ایک غریب مزدور ایک ساتھ وجد و سرور کی کیفیت میں آ جاتے ہیں، تو وہ دراصل اسی جماعت کے تجربے سے گزر رہے ہوتے ہیں۔

اگرچہ سماجی اصولوں کا یہ عارضی معطل ہونا روسی مفکر میخائل باختن کے تصور "کارنیوالسک" (Carnivalesque) سے مشابہ دکھائی دیتا ہے (باختن، 1984)، لیکن یہاں اس تقابل میں احتیاط ضروری ہے۔ کارنیوالسک کا بنیادی مقصد دنیاوی آزادی اور مقدس اصولوں کی پیروڈی یا الٹ پھیر ہوتا ہے، جب کہ قوالی کی محفل میں سماجی اصولوں کی معطلی کا مقصد ایک مقدس، منظم اور روحانی وجد کی فضا پیدا کرنا ہے، نہ کہ دنیاوی انتشار یا مضحکہ۔

د: تحقیقی منہج کا اطلاق

یہ نظریاتی چوکھٹا ہمیں "چھاپ تلک" کا ایک کثیر جہتی تجزیہ کرنے کے قابل بناتا ہے۔ اب ہم اس کلام کو محض الفاظ کے مجموعہ کے طور پر نہیں، بلکہ ایک مکمل روحانی ٹیکنالوجی کے "اسکرپٹ" کے طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اسکرپٹ حاضرین کو علیحدگی، عبوری کیفیت اور انضمام کے مراحل سے گزارنے کا نقشہ فراہم کرتا ہے تاکہ "جماعت" کا تجربہ ممکن ہو سکے۔ آئندہ تجزیہ متن اور نظریہ کے ساتھ ساتھ،

Akshardhara Research Journal
Single Blind Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
E ISSN -3048-8095 / Bimonthly / SJIF Impact- 3.4 September-October 2025 / VOL -02 ISSUE-II

قوالی کے "مظہریاتی تجربے"(Phenomenological Experience) کو بھی مدِ نظر رکھے گا، یعنی، ایک سامع کے طور پر اس عمل سے گزرنا کیسا محسوس ہوتا ہے۔ اب ہم اگلے باب میں اس اسکرپٹ کا تفصیلی تجزیہ کریں گے تاکہ یہ سمجھ سکیں کہ خسرو نے اسے کس فنی مہارت سے ترتیب دیا ہے۔

فصلِ سوم: متن بطور "رسمی اسکرپٹ"۔ایک کثیر الجہتی تجزیہ

امیر خسرو کا "چھاپ تلک" محض ایک نظم نہیں؛ یہ ایک انتہائی نفاست سے ترتیب دیا گیا "رسمی اسکرپٹ (Ritual Script) "ہے جو ایک روحانی سفر کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ اس کا ہر لفظ، ہر استعارہ ایک شعوری انتخاب ہے جس کا مقصد سامع یا قاری کو وکٹر ٹرنر کے بیان کردہ سہ جہتی رسمی عمل (علیحدگی، عبوری کیفیت، اور دوبارہ انضمام) سے گزارنا ہے۔ اس باب میں، ہم اس اسکرپٹ کا تین مختلف علمی زاویوں سے تفصیلی تجزیہ کریں گے تاکہ اس کی گہرائی اور پیچیدگی کو مکمل طور پر بے نقاب کیا جا سکے۔

الف: صوفیانہ۔نظریاتی تجزیہ: فنا اور بقا کا نقشہ

سب سے بنیادی سطح پر، یہ کلام تصوف کے مرکزی نظریات "فنا (Annihilation) "اور "بقا (Subsistence) "کا ایک شعری روڈ میپ ہے۔ خسرو نے ان پیچیدہ فلسفیانہ تصورات کو ٹھوس، جذباتی اور قابلِ فہم استعاروں میں ڈھال دیا ہے۔

1. مرحلہِ اول (فنا فی الذات۔انہدامِ شناخت):

چھاپ تلک سب چھینی رے موسے نیناں ملائیکے

یہاں "چھاپ" سے مراد وہ نشان یا علامت ہے جو فرد کی سماجی حیثیت، ذات پات اور پیشے کی پہچان ہو، جبکہ "تلک" اس کی مذہبی اور فرقہ وارانہ شناخت کی علامت ہے۔ یہ دونوں الفاظ مل کر فرد کے مکمل سماجی وجود (Social Self) کا احاطہ کرتے ہیں۔ مرشد کی ایک نگاہ کا ان سب کو "چھین لینا" اس بات کا اعلان ہے کہ روحانی سفر کا پہلا قدم اپنی تمام دنیاوی اور خود ساختہ شناختوں کی نفی ہے۔ یہ "انا" (Ego) کے اس بت کو توڑنے کا عمل ہے جسے صوفیاء راہِ سلوک کی سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔

2. مرحلہِ دوم (فنا فی الشیخ۔مکمل سپردگی):

گوری گوری بیاں، ہری ہری چوڑیاں
بیاں پکڑ ہر لینی رے موسے نیناں ملائیکے

اگر پہلا مرحلہ سماجی شناخت کی نفی تھا، تو یہ مرحلہ ذاتی اور جسمانی شناخت کی نفی ہے۔ "گوری بانہیں" اور "ہری چوڑیاں" محض جسمانی حسن کی علامتیں نہیں، بلکہ یہ "میں" اور "میرا" کی آخری نشانیاں ہیں یعنی فرد کی ذات اور اس کی ملکیت کا احساس۔ مرشد کا "بانہیں پکڑ کر سب کچھ ہر لینا" فنا فی الشیخ کے عمل کی تکمیل ہے۔ یہ مکمل سپردگی کا وہ لمحہ ہے جہاں مرید اپنی انفرادی خواہشات اور ارادے کو مکمل طور پر مرشد کے ارادے میں گم کر دیتا ہے۔

3. مرحلہِ سوم (بقا باللہ۔نئی روحانی شناخت):

خسرو نظام کے بل بل جائے
موہے سہاگن کر دینی رے موسے نیناں ملائیکے

فنا کا مقصد عدم نہیں، بلکہ ایک نئی اور اعلیٰ زندگی کا حصول ہے۔ خسرو اس کے لیے ہندوستانی تہذیب کے سب سے طاقتور اور مقدس استعارے "سہاگن" کا انتخاب کرتے ہیں۔ ایک سہاگن کی شناخت اس کے شوہر سے ہوتی ہے؛ اسی طرح، فنا کے بعد مرید کی نئی شناخت اس کے مرشد ("نظام") سے ہوتی ہے، اور مرشد کے ذریعے بالآخر خدا سے۔ یہ "بقا باللہ" (خدا کے ساتھ بقا) کی کیفیت ہے، جہاں فرد اپنی محدود ذات سے نکل کر ایک آفاقی اور لازوال رشتے میں داخل ہو جاتا ہے۔

ب: نفسیاتی۔تجرباتی تجزیہ: شعور کی تبدیلی کا عمل

یہ کلام محض ایک نظریاتی نقشہ نہیں، بلکہ یہ شعور کی تبدیلی (Transformation of Consciousness) کے ایک گہرے نفسیاتی عمل کی بھی عکاسی کرتا ہے۔

"نیناں ملائیکے" بطور ایک وجدانی محرک:

"نگاہ" یا آنکھوں کا ملنا انسانی نفسیات میں گہرے رابطے اور ابلاغ کا سب سے طاقتور ذریعہ ہے۔ خسرو اسے ایک وجدانی محرک (Ecstatic Trigger) کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا لمحہ ہے جہاں منطقی اور عقلی ذہن (جس کی نمائندگی "چھاپ تلک" کرتے ہیں) معطل ہو جاتا ہے اور ایک زیادہ گہرا، غیر لفظی اور جذباتی شعور بیدار ہوتا ہے۔ یہ "اگم بات" کا کہہ دینا دراصل شعور کی ایک سطح سے دوسری، اعلیٰ سطح پر منتقلی ہے۔

1. "متوالی کر دینی": شعور کی تحلیل:

"پریم بھٹی کا مدھوا" پی کر "متوالا" ہو جانا دراصل شعور کی تحلیل (Dissolution of Consciousness) کی کیفیت ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جب فرد کا اپنی ذات پر کنٹرول ختم ہو جاتا ہے، اس کی انا کی سرحدیں ٹوٹ جاتی ہیں، اور وہ اپنے ماحول اور دوسرے وجودوں کے ساتھ ایک وحدت کا احساس کرنے لگتا ہے۔ یہ وہی کیفیت ہے جسے جدید نفسیات میں "Flow State" یا "Peak Experience" کہا جاتا ہے، اور جسے حاصل کرنے کے لیے صوفیاء صدیوں سے ریاضت کرتے رہے ہیں۔

ج: لسانی۔شعریاتی تجزیہ: معنی کی تشکیل کا فن

Akshardhara Research Journal
Single Blind Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
E ISSN -3048-8095 / Bimonthly / SJIF Impact- 3.4 September-October 2025 / VOL -02 ISSUE-II

یہ کلام فنی اعتبار سے خسرو کی "ادبی انجینئرنگ" کا شاہکار ہے، جہاں ہر لفظ شعوری طور پر ایک خاص اثر پیدا کرنے کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔

1. نسوانی آواز کا شعوری انتخاب:

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، اس پورے کلام کا اظہار ایک نسوانی آواز میں ہے۔ یہ محض روایتی یا جمالیاتی انتخاب نہیں، بلکہ ایک گہری شعریاتی حکمتِ عملی (Poetic Strategy) ہے۔

فارسی تصوف میں روح اور خدا کا تعلق عموماً عاشق (مرد) اور معشوق (مرد) کے استعارے میں پیش کیا جاتا ہے، جس میں ایک درجہ بندی، فاصلہ اور روحانی مراتب کا احساس مضمر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، ہندوستانی بھکتی روایت میں یہ تعلق اکثر ایک عورت (نائیکہ / روح) اور اس کے محبوب (پیا / خدا) کے استعارے کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہاں مرکزی عنصر درجہ بندی نہیں بلکہ مکمل سپردگی، بے تکلفی اور جذباتی شدت ہے (نارنگ، 1990)۔

امیر خسرو نے شعوری طور پر اسی نسوانی آواز کو اختیار کر کے فنا کے تجربے کو ایک زیادہ ذاتی، باطنی اور جذباتی رنگ عطا کیا ہے۔ اس تبدیلی نے کلام کو نہ صرف بھکتی روایت کے تناظر میں گہرائی بخشی بلکہ اسے ایک ایسی روحانی واردات میں ڈھال دیا جو قربت، محبت اور فنا کے شدید تجربے کو براہِ راست سامع تک منتقل کرتی ہے۔

2. ٹھوس بمقابلہ مجرد زبان:

امیر خسرو نے تصوف کے انتہائی مجرد (Abstract) اور فلسفیانہ تصورات کو بیان کرنے کے لیے انتہائی ٹھوس (Concrete) اور روزمرہ کی زبان اختیار کی ہے۔ مثلاً "فنا" جیسے پیچیدہ نظریہ کو وہ "نیناں ملانے"، "بانہیں پکڑنے"، اور "سہاگن بننے" جیسے ٹھوس، جسمانی اور محسوس کیے جانے والے اعمال کے ذریعے پیش کرتے ہیں۔ یہ لسانی حکمتِ عملی نہ صرف ان گہرے روحانی تجربات کو عام انسان کے لیے قابلِ فہم بناتی ہے، بلکہ انہیں ایک جذباتی قوت بھی عطا کرتی ہے جو محض فلسفیانہ اور مجرد زبان سے ممکن نہیں۔

یوں، "چھاپ تلک" کا متن ایک کثیر الجہتی شاہکار بن جاتا ہے: ایک طرف یہ صوفیانہ روحانی روڈمیپ فراہم کرتا ہے، دوسری طرف یہ ایک نفسیاتی عمل کی وضاحت کرتا ہے، اور ساتھ ہی یہ ایک بے مثال فنی تخلیق بھی ہے۔ یہ ایک ایسا "ادائیگی کار سمی فریم ورک" ہے جو ہر سطح پر قاری یا سامع کو تبدیلی، وجد، اور فنا کے گہرے روحانی تجربے کی رہنمائی کے لیے محتاط اور شعوری طور پر ڈیزائن کیا گیا ہے۔

فصلِ سوم: متن بطور "رسمی اسکرپٹ" - ایک کثیر الجہتی تجزیہ

امیر خسرو کا "چھاپ تلک" محض ایک نظم نہیں بلکہ ایک انتہائی نفاست سے ترتیب دیا گیا "رسمی اسکرپٹ" (Ritual Script) ہے، جو ایک روحانی سفر کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ اس کا ہر لفظ اور ہر استعارہ شعوری انتخاب کا نتیجہ ہے، جس کا مقصد سامع یا قاری کو وکٹر ٹرنر کے بیان کردہ سہ جہتی رسمی عمل (علیحدگی، عبوری کیفیت، اور دوبارہ انضمام) سے گزارنا ہے (ٹرنر، 1969)۔

یہ متن قاری کو "فنا" کے تجربے کے لیے مرحلہ وار تیار کرتا ہے، جہاں پرانی شناخت تحلیل ہو جاتی ہے اور ایک نئی، گہری روحانی شناخت جنم لیتی ہے۔ اس باب میں، ہم اس اسکرپٹ کا تین مختلف علمی زاویوں سے تفصیلی تجزیہ پیش کریں گے تاکہ اس کی گہرائی، پیچیدگی اور فنکارانہ حکمتِ عملی کو مکمل طور پر بے نقاب کیا جا سکے۔

الف: صوفیانہ - نظریاتی تجزیہ: فنا اور بقا کا نقشہ

سب سے بنیادی سطح پر، یہ کلام تصوف کے مرکزی نظریات "فنا (Annihilation)" اور "بقا (Subsistence)" کا ایک شعری روڈمیپ ہے۔ خسرو نے ان پیچیدہ فلسفیانہ تصورات کو ٹھوس، جذباتی اور قابلِ فہم استعاروں میں ڈھال دیا ہے، جو انہیں محض علمی مباحث سے نکال کر ایک زندہ تجربے کی شکل دیتا ہے۔

مرحلہ اول (فنا فی الذات - انہدامِ شناخت):

چھاپ تلک سب چھینی رے موسے نیناں ملائیکے
بات اگم کہہ دینی رے موسے نیناں ملائیکے

یہاں "چھاپ" سے مراد وہ نشان یا علامت ہے جو فرد کی سماجی حیثیت، ذات پات اور پیشے کی پہچان ظاہر کرتی ہے، یعنی اس کا سماجی وجود (Social Self)۔ اس کے برعکس، "تلک" اس کی مذہبی اور فرقہ وارانہ شناخت کی علامت ہے۔ یہ دونوں الفاظ مل کر فرد کے مکمل ظاہری وجود کا احاطہ کرتے ہیں، وہ تمام لیبل اور شناختیں جن کے ذریعے دنیا اسے پہچانتی ہے اور وہ خود کو پہچانتا ہے۔

مرشد کی ایک نگاہ کا ان سب کو "چھین لینا" اس بات کا اعلان ہے کہ روحانی سفر کا پہلا قدم اپنی تمام دنیاوی اور خود ساختہ شناختوں کی نفی ہے۔ یہ "انا" (Ego) کے اس بت کو توڑنے کا عمل ہے جسے صوفیاء راہِ سلوک کی سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں (شمل، 1975)۔

"نیناں ملائیکے" وہ رسمی محرک ہے جو اس عمل کو شروع کرتا ہے، اور اس نگاہ کے ذریعے کہی گئی "اگم بات" (ناقابلِ بیان راز) وہ باطنی علم ہے جو عقل (Logos) سے نہیں، بلکہ صرف روحانی واردات (Gnosis) سے حاصل ہوتا ہے۔

مرحلہ دوم (فنا فی الشیخ - مکمل سپردگی):

گوری گوری بیاں، ہری ہری چوڑیاں
بیاں پکڑ ہر لینی رے موسے نیناں ملائیکے

اگر پہلا مرحلہ سماجی شناخت کی نفی تھا، تو یہ دوسرا مرحلہ ذاتی اور جسمانی شناخت کی نفی ہے۔ "گوری بانہیں" اور "ہری چوڑیاں" محض جسمانی حسن کی علامتیں نہیں، بلکہ یہ "میں" اور "میرا" کی آخری نشانیاں ہیں، یعنی فرد کی ذات اور ملکیت کے احساس کی علامتیں۔

Akshardhara Research Journal
Single Blind Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
E ISSN -3048-8095 / Bimonthly / SJIF Impact- 3.4 September-October 2025 / VOL -02 ISSUE-II

مرشد کا" بانہیں پکڑ کر سب کچھ ہر لینا" فنافی الشیخ کے عمل کو مکمل کرتا ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جہاں مرید اپنی انفرادی خواہشات اور ارادے کو مکمل طور پر مرشد کے ارادے میں ضم کر دیتا ہے۔ یہ مقام وہی ہے جہاں، جیسا کہ رومی فرماتے ہیں، دوئی کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور عاشق اپنے آپ کو معشوق کی مرضی میں ڈھال دیتا ہے۔

مرحلہِ سوم (بقاباللہ - نئی روحانی شناخت):

خسرو نظام کے بل بل جائے
موہے سہاگن کر دینی رے موسے نیناں ملائیکے

فنا کا مقصد عدم یا معدومیت نہیں بلکہ ایک نئی اور اعلیٰ زندگی کا حصول ہے۔ امیر خسرو اس کے لیے ہندوستانی تہذیب کے سب سے طاقتور اور مقدس استعارے "سہاگن" کا انتخاب کرتے ہیں۔ ایک سہاگن کی شناخت اس کے شوہر سے جڑی ہوتی ہے؛ اسی طرح، فنا کے بعد مرید کی نئی شناخت اس کے مرشد (نظام) سے وابستہ ہوتی ہے، اور مرشد کے ذریعے بالآخر خدا سے۔

یہ وہ کیفیت ہے جسے صوفیاء "بقاباللہ" کہتے ہیں، یعنی خدا کے ساتھ بقا۔ اس مرحلے میں فرد اپنی محدود ذات سے نکل کر ایک آفاقی اور لازوال رشتے میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ محض ایک نئی شناخت نہیں، بلکہ ایک نئی حالتِ وجود (State of Being) ہے، جہاں فرد اب اپنے لیے نہیں بلکہ محبوب کے لیے جیتا اور حرکت کرتا ہے۔

ب: نفسیاتی-مظہریاتی تجزیہ: شعور کی تبدیلی کا عمل

یہ کلام محض ایک نظریاتی نقشہ نہیں، بلکہ یہ شعور کی تبدیلی (Transformation of Consciousness) کے ایک گہرے نفسیاتی عمل کی بھی عکاسی کرتا ہے، جسے مظہریات (Phenomenology) کی زبان میں بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

"نیناں ملائیکے" بطور ایک وجدانی محرک:

نگاہ یا آنکھوں کا ملنا انسانی نفسیات میں گہرے رابطے اور غیر لفظی ابلاغ کا سب سے طاقتور ذریعہ ہے۔ امیر خسرو اسے ایک وجدانی محرک (Ecstatic Trigger) کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یہ وہ لمحہ ہے جہاں منطقی اور عقلی ذہن (جس کی نمائندگی "چھاپ تلک" کرتا ہے) معطل ہو جاتا ہے اور ایک زیادہ گہرا، غیر لفظی اور جذباتی شعور بیدار ہوتا ہے۔

"اگم بات" کا کہہ دینا دراصل شعور کی ایک سطح سے دوسری، اعلیٰ سطح پر منتقلی ہے۔ یہ وہ "مظہریاتی لمحہ" (Phenomenological Moment) ہے جہاں موضوع (Subject) اور معروض (Object) کی تفریق مٹ جاتی ہے، اور مرید مرشد کی نگاہ میں اپنی ذات کا عکس دیکھنے کے بجائے خود نگاہ کا حصہ بن جاتا ہے۔

"متوالی کر دینی": شعور کی تحلیل:

پریم بھٹی کا مدھوا پلائیکے
متوالی کر لینی رے موسے نیناں ملائیکے

"پریم بھٹی کا مدھوا" پی کر "متوالا" ہو جانا دراصل شعور کی تحلیل (Dissolution of Consciousness) کی کیفیت ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جب فرد کا اپنی ذات پر کنٹرول ختم ہو جاتا ہے، انا کی سرحدیں ٹوٹ جاتی ہیں، اور وہ اپنے ماحول اور دوسرے وجودوں کے ساتھ ایک وحدت کا احساس کرنے لگتا ہے۔

یہی کیفیت جدید نفسیات میں ابراہام میسلو کے مطابق "Peak Experience" کہلاتی ہے، ایک سرشاری کی حالت جس میں فرد اپنی ذات کی حدود سے ماورا ہو جاتا ہے اور کائنات کے ساتھ ایک گہرا رشتہ محسوس کرتا ہے۔ یہ کیفیت منطق اور عقلی زبان سے ماورا ہوتی ہے، اور اسے صرف استعاروں (جیسے شراب) کے ذریعے ہی مؤثر انداز میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

ج: لسانی-شعریاتی تجزیہ: معنی کی تشکیل کا فن

یہ کلام فنی اعتبار سے خسرو کی "ادبی انجینئرنگ" کا شاہکار ہے، جہاں ہر لفظ شعوری طور پر ایک خاص اثر پیدا کرنے کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔

الف: نسوانی آواز کا شعوری انتخاب:

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، اس پورے کلام کا اظہار ایک نسوانی آواز میں ہے۔ یہ محض ایک روایتی انتخاب نہیں، بلکہ ایک گہری شعریاتی حکمتِ عملی ہے۔ فارسی تصوف میں روح اور خدا کا رشتہ اکثر عاشق (مرد) اور معشوق (مرد) کے استعارے میں بیان ہوتا ہے، جس میں ایک درجہ بندی اور فاصلہ مضمر ہے۔ اس کے برعکس، ہندوستانی بھکتی روایت میں یہ رشتہ اکثر ایک عورت (نائیکہ/روح) اور اس کے محبوب (پیا/خدا) کا ہوتا ہے، جس میں مکمل سپردگی، بے تکلفی اور جذباتی شدت ہوتی ہے (نارنگ، 1990)۔ خسرو نے شعوری طور پر اس نسوانی آواز کو اپنا کر فنا کے تجربے کو ایک زیادہ ذاتی، گہرا اور جذباتی رنگ عطا کیا ہے۔ یہ ایک ایسا انتخاب ہے جو اس روحانی تجربے کو فکری سطح سے اتار کر سیدھا دل کی سطح پر لے آتا ہے۔

ب: ٹھوس بمقابلہ مجرد زبان:

خسرو نے تصوف کے انتہائی مجرد (Abstract) اور فلسفیانہ تصورات کو بیان کرنے کے لیے انتہائی ٹھوس (Concrete) اور روزمرہ کی زبان کا استعمال کیا ہے۔ "فنا" جیسا پیچیدہ نظریہ "نیناں ملانے"، "بانہیں پکڑنے" اور "سہاگن بننے" جیسے ٹھوس، جسمانی اور محسوس کیے جانے والے اعمال میں بدل جاتا ہے۔ یہ لسانی حکمتِ عملی ان گہرے روحانی تجربات کو عام انسان کے لیے نہ صرف قابلِ فہم بناتی ہے، بلکہ انہیں ایک ایسی جذباتی قوت بھی عطا کرتی ہے جو محض فلسفیانہ زبان سے ممکن نہیں۔ وہ تصوف کو کتابوں سے نکال کر زندگی میں لے آتے ہیں۔

اس طرح، "چھاپ تلک" کا متن ایک کثیر الجہتی شاہکار ہے جو بیک وقت ایک صوفیانہ روڈمیپ، ایک نفسیاتی عمل کا بیان، اور ایک بے مثال فنی تخلیق ہے۔ یہ ایک ایسا اسکرپٹ ہے جو ہر سطح پر قاری یا سامع کو تبدیلی کے ایک گہرے سفر پر لے جانے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے۔

Akshardhara Research Journal
Single Blind Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
E ISSN -3048-8095 / Bimonthly / SJIF Impact- 3.4 September-October 2025 / VOL -02 ISSUE-II

فصلِ چہارم: قوالی بطور "عملی نظام": معنی اور جماعت کی تشکیل

اگر فصلِ سوم نے "چھاپ تلک" کو ایک روحانی تبدیلی کے "اسکرپٹ" کے طور پر پیش کیا ہے، تو یہ فصل اس "حرکیات" کا تجزیہ کرتی ہے جو اس اسکرپٹ کو حقیقت کا روپ دیتا ہے، یعنی قوالی کی ادائیگی کا عمل۔ خسرو کا کمال محض ایک گہرا متن لکھنے میں نہیں، بلکہ ایک ایسے ادائی اساس پر مبنی سانچے کو ترتیب دینے میں ہے جو اس متن کے معنی کو ہر محفل میں زندہ کر سکے۔ قوالی محض گانا نہیں؛ یہ ایک سماجی-روحانی ٹیکنالوجی ہے جو انفرادی شعور کو تحلیل کر کے ایک اجتماعی وجد کو جنم دیتی ہے۔

الف: عبوری جگہ کی تشکیل: محفل کا مقدس جغرافیہ

وکٹر ٹرنر کے مطابق، رسم کا آغاز ہمیشہ ایک "عبوری جگہ" (Liminal Space) کی تشکیل سے ہوتا ہے، جو روزمرہ کی دنیا سے علیحدہ اور خاص طور پر ممتاز ہو (ٹرنر، 1969)۔ قوالی کی محفل اسی اصول پر استوار ہوتی ہے اور یہ عمل کئی مراحل میں وقوع پذیر ہوتا ہے:

1. **جسمانی علیحدگی:** فرش پر بیٹھنا، جوتے اتارنا، اور شرکاء کو ایک مخصوص ترتیب میں بٹھانا انہیں روزمرہ کی سماجی حیثیت سے الگ کر کے ایک عارضی مساوات کی فضا قائم کرتا ہے۔
2. **روحانی تقدیس:** محفل کا آغاز حمد و نعت سے ہوتا ہے، جو حاضرین کے ذہنوں کو دنیاوی خیالات سے پاک کر کے ایک مقدس ماحول پیدا کرتا ہے۔
3. **صوتی فضا:** دھیمے سروں میں ہارمونیم اور طبلے کی تھاپ ایک ایسی صوتی فضا پیدا کرتی ہے جو وقت کے عام احساس کو معطل کر دیتی ہے اور حاضرین کو ایک مختلف زمانی و مکانی حقیقت میں لے جاتی ہے۔

یہ تمام عناصر مل کر ایک عام جگہ کو ایک مقدس اور عبوری جگہ میں تبدیل کر دیتے ہیں، جہاں روحانی تبدیلی کا عمل وقوع پذیر ہو سکتا ہے اور فرد کو سماجی و نفسیاتی حدود سے ماورا لے جایا جاتا ہے۔

ب: تبدیلی کا میکانزم: تکرار، چڑھاؤ اور وجد کا عمل

جب "چھاپ تلک" جیسا کلام شروع ہوتا ہے، تو قوالی کا "رسمی انجن" اپنی پوری قوت سے کام کرنے لگتا ہے۔ اس انجن کے تین کلیدی اجزاء درج ذیل ہیں:

1. تکرار: قوالی کا سب سے طاقتور اوزار تکرار ہے۔ جب قوال "موسے نیناں ملائیکے" کی تیک کو بار بار، مختلف صوتی اتار چڑھاؤ کے ساتھ دہراتے ہیں، تو یہ بول محض الفاظ نہیں رہتے بلکہ ایک منتر یا ذکر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ تکرار سامع کے عقلی اور تنقیدی ذہن کو معطل کر کے اس کے جذباتی اور باطنی شعور کو بیدار کرتی ہے (قریشی، 1995)۔
2. چڑھاؤ: قوالی کی ادائیگی موسیقی کی رفتار اور آواز کی شدت کو بتدریج بڑھاتی ہے۔ طبلے کی تھاپ تیز ہوتی جاتی ہے، تالیوں کی گونج بلند ہوتی جاتی ہے، اور قوال کی آواز ایک فریاد سے بلند ہو کر ایک نعرۂ مستانہ میں بدل جاتی ہے۔ یہ صوتی چڑھاؤ حاضرین کے اندر ایک نفسیاتی اور جسمانی توانائی پیدا کرتا ہے۔
3. وجد (حال) اور جسمانیت: تکرار اور چڑھاؤ کا منطقی نتیجہ وجد یا "حال" کی کیفیت ہے۔ یہ محض ذہنی یا جذباتی تجربہ نہیں، بلکہ ایک جسمانی تجربہ (Embodied Experience) بھی ہے۔ سر کا دھننا، جسم کا جھومنا، آنسوؤں کا بہنا، یہ سب وہ طریقے ہیں جن کے ذریعے فرد جسم، زبان اور عقل کی حدود سے آزاد ہو کر براہِ راست روحانی تجربے میں شریک ہوتا ہے۔ یہاں "فنا" کا تجربہ محض ایک نظریہ نہیں بلکہ ایک محسوس کی جانے والی جسمانی حقیقت (Felt, Bodily Reality) بن جاتا ہے۔

ج: "جماعت (Communitas)" کا ظہور: ایک اجتماعی تجربہ اور اس کی حدود

قوالی کی محفل میں سامعین محض غیر فعال تماشائی نہیں، بلکہ رسم کے فعال شریک ہوتے ہیں۔ ان کا داد دینا، نذرانہ پیش کرنا، اور وجد میں آنا قوالوں کے لیے توانائی کا کام کرتا ہے اور ایک دوطرفہ عمل کو جنم دیتا ہے۔ اسی اجتماعی عمل کے دوران، وکٹر ٹرنر کے بیان کردہ "جماعت" (Communitas) وجود میں آتی ہے: ایک ایسی جماعت جس کی بنیاد مشترکہ سماجی حیثیت پر نہیں بلکہ مشترکہ روحانی تجربے پر ہے۔ اس لمحے میں امیر تاجر اور غریب مزدور کے درمیان کا فرق مٹ جاتا ہے اور سب شریکِ محفل ایک عارضی مساوات میں آ جاتے ہیں۔

تاہم، اس "جماعت" کو مکمل یا مثالی سمجھنا درست نہیں ہوگا۔ اگرچہ قوالی کی محفل سماجی درجات کو عارضی طور پر معطل کرتی ہے، لیکن اس کی اپنی مخصوص ثقافتی اور مذہبی حدود بھی موجود ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر، بعض روایتی محفلوں میں خواتین کی شمولیت محدود ہو سکتی ہے۔ اس طرح، "جماعت" ایک مستقل سماجی انقلاب نہیں بلکہ ایک عارضی روحانی فرار ہے، جس کے بعد شرکاء واپس اپنی سماجی حقیقتوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

د: معنی کی تخلیق بطور ایک اجتماعی عمل

اس تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ "فنا" یہاں محض ایک علمی یا نظریاتی تصور نہیں، بلکہ ایک زندہ، اجتماعی اور محسوس کیا جانے والا تجربہ ہے۔ قوالی کی ادائیگی کے دوران، جماعت کا ہر فرد انفرادی اور اجتماعی طور پر "چھاپ تلک" کے چھن جانے کا تجربہ کرتا ہے۔ یعنی معنی متن میں موجود نہیں بلکہ اس اجتماعی روحانی عمل کے دوران تخلیق ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر، نصرت فتح علی خان کی ادائیگی میں تکرار اور صوتی چڑھاؤ کے ذریعے وجد کی ایک طوفانی اور ذاتی کیفیت سامنے آتی ہے، جبکہ صابری برادران کی ادائیگی میں زیادہ اجتماعی اور پرسکون روحانی فضا پیدا ہوتی ہے۔ یہ فرق ظاہر کرتا ہے کہ معنی صرف متن میں نہیں بلکہ ہر قوال کی ادائیگی کے ذریعے اس متن کو ایک نیا معنی عطا کیا جاتا ہے۔

پس، ہم نے دیکھا کہ کس طرح خسرو کا لکھا ہوا 'اسکرپٹ' قوالی کے 'رسمی انجن' کے ذریعے ایک زندہ روحانی تجربے کو جنم دیتا ہے۔ لیکن اس پورے پیچیدہ عمل کا حتمی حاصل کیا ہے؟ یہ تحقیق خسرو، قوالی اور جنوبی ایشیا کی روحانیت کے بارے میں ہمیں کون سے وسیع تر نتائج اخذ کرنے پر مجبور کرتی ہے، اور اس تجزیے کی آج کی دنیا میں کیا معنویت ہے؟ ان سوالات کا جواب آخری باب میں تلاش کیا جائے گا۔

فصلِ پنجم: نتائج، بحث اور تحقیق کے نئے افق

الف: نتائج کا خلاصہ: متن، تجربہ اور معنی

یہ تحقیق اس بنیادی معمہ سے شروع ہوئی تھی کہ "چھاپ تلک" کی لازوال اور آفاقی کشش کا راز کیا ہے۔ اس مقالے کا حتمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کا راز متن کے الفاظ میں نہیں، بلکہ اس کی ادائیگی کے رسمی عمل میں پوشیدہ ہے، جو ایک عبوری جگہ، ایک روحانی جماعت، اور فنا کا اجتماعی تجربہ تخلیق کرتا ہے۔

Akshardhara Research Journal
Single Blind Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
E ISSN -3048-8095 / Bimonthly / SJIF Impact- 3.4 September-October 2025 / VOL -02 ISSUE-II

اس مقالے نے درج ذیل نکات ثابت کیے ہیں:

1. "چھاپ تلک" کا متن محض ایک نظم نہیں، بلکہ ایک "رسمی اسکرپٹ" ہے جو روحانی تبدیلی کے سہ جہتی عمل کا نقشہ پیش کرتا ہے۔
2. قوالی کی ادائیگی ایک "رسمی انجن" کے طور پر کام کرتی ہے، جو تکرار، صوتی چڑھاؤ، اور جسمانی وجد کے ذریعے اس اسکرپٹ کو ایک زندہ، محسوس کیے جانے والے تجربے میں تبدیل کر دیتی ہے۔
3. اس عمل کے دوران ایک عارضی، مساوات پر مبنی "جماعت" وجود میں آتی ہے، جہاں "فنا" کا معنی محض ایک علمی تصور نہیں بلکہ ایک اجتماعی حقیقت بن جاتا ہے۔

یوں، "چھاپ تلک" کا معنی متن میں پہلے سے موجود نہیں، بلکہ ہر محفل میں قوالوں اور سامعین کے باہمی تعامل سے تخلیق ہوتا ہے۔

ب: علمی بحث اور وسیع تر مضمرات

یہ تحقیق خسرو شناسی میں محض ایک نیا زاویہ پیش نہیں کرتی، بلکہ اس کے مضمرات زیادہ وسیع اور گہرے ہیں:

1. **جنوبی ایشیا کی روحانیت کی تفہیم:** یہ تحقیق روایتی متن پر مبنی منہج کی حدود کو چیلنج کرتے ہوئے ظاہر کرتی ہے کہ جنوبی ایشیا کی صوفیانہ شاعری اور روحانیت کا بڑا حصہ صرف کتابوں میں نہیں بلکہ سماع، سنگیت اور عوامی رسومات جیسی ادائیگی پر مبنی روایات میں پوشیدہ ہے۔ ہمارا تجزیاتی ماڈل نہ صرف قوالی بلکہ بھگتی تحریک کے 'کیرتن' اور سکھوں کے 'شبد کیرتن' جیسی دیگر عوامی روحانی ادائیگیوں کو سمجھنے کے لیے بھی مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔
2. **فن کا سماجی کردار:** "چھاپ تلک" کا تجزیہ یہ واضح کرتا ہے کہ کس طرح موسیقی اور شاعری سماجی بندھن، اجتماعی شناخت اور روحانی تسکین کے لیے ایک طاقتور ذریعہ بن سکتی ہیں۔ یہ فن کے محض جمالیاتی پہلو سے آگے بڑھ کر اس کے گہرے سماجی اور نفسیاتی کردار کو بے نقاب کرتا ہے۔

ج: تحقیق کے نئے افق

یہ مقالہ، خسرو کے کردار کے ایک پہلو کو واضح کرتے ہوئے، مستقبل کی تحقیق کے لیے نئے در وا کرتا ہے:

1. **تقابلی مطالعہ** : چھاپ تلک" کے اس تجزیاتی ماڈل کا اطلاق خسرو کے دیگر ہندوی کلام (مثلاً "کاہے کو بیاہی بدیس") کی قوالی ادائیگی پر کیسے کیا جا سکتا ہے؟
2. **جدید اطلاق** : جدید دور میں، جب "چھاپ تلک" کو کوک اسٹوڈیو یا فلموں میں پیش کیا جاتا ہے، تو اس کی رسمی ساخت اور معنی کس طرح تبدیل ہوتے ہیں؟ کیا "جماعت" کا تصور وہاں بھی موجود رہتا ہے؟
3. **قارئین کا تجزیہ** : مختلف تاریخی ادوار میں سامعین نے "چھاپ تلک" کے تجربے کو کس طرح بیان کیا ہے؟ کیا اس کے معنی وقت کے ساتھ تبدیل ہوئے ہیں؟

د: اختتامیہ: ایک لازوال شاہکار

آخر میں، "چھاپ تلک" ہمیں یاد دلاتا ہے کہ بعض سچائیاں محض پڑھی یا سمجھی نہیں جاتیں؛ انہیں محسوس کرنا پڑتا ہے، ان میں جینا پڑتا ہے۔ یہ ایک لازوال شاہکار ہے جو متن کی قید سے آزاد ہو کر ہر دور میں، ہر محفل میں ادائیگی کے جادو سے ایک نئی جماعت کو جنم دیتا ہے اور فنا کے تجربے کو ممکن بناتا ہے۔

اس کا حقیقی معنی کاغذ پر نہیں، بلکہ عشاق کے دلوں میں، قوال کی آواز میں، اور محفل کے اجتماعی وجد میں پایا جاتا ہے؛ ایک ایسا معنی جو لکھا نہیں جاتا بلکہ "کیا" جاتا ہے۔

کتابیات :

1. نارنگ، گوپی چند۔ (1990)۔ امیر خسرو کا ہندوی کلام مع نسخہ برلن ذخیرہ اشپرنگر۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔
2. باختن، میخائل۔ (1984)۔ رابیلے اینڈ ہز ورلڈ (ایچ۔ اسوولسکی، مترجم)۔ بلومنگٹن: انڈیانا یونیورسٹی پریس
3. ٹرنر، وکٹر۔ (1969)۔ دی ریچوئل پراسیس: اسٹرکچر اینڈ اینٹی-اسٹرکچر۔ شکاگو: الڈائن پبلشنگ۔
4. شیکنر، رچرڈ۔ (1985)۔ بٹوین تھیٹر اینڈ اینتھروپالاجی۔ فلاڈیلفیا: یونیورسٹی آف پنسلوانیا پریس۔
5. قریشی، ریگولا برکھارٹ۔ (1995)۔ صوفی میوزک آف انڈیا اینڈ پاکستان: ساؤنڈ، کانٹیکسٹ اینڈ میننگ ان قوالی۔ شکاگو: یونیورسٹی آف شکاگو پریس۔